غنی کشمیری میں عصری آگاہی

شاعرِ رنگین نوا طاہر غنی
فقر او باطن غنی ظاہر غنی

اقبال

غنی آن سخن گوی بلبل صفیر
نوا سنج کشمیر مینو نظیر

اقبال

غنی کشمیری کو کشمیر کے ان مایہ ناز شاعروں میں شمار کیا جاتا ہے جنھوں نے اپنی شاعری کو نہ تو ذریعہ معاش بنایا اور نہ ہی ان کی شاعری کو ان کی زندگی میں ایسی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی جس کے وہ حقدار تھے۔ اس کا ذکر انہوں نے خود اپنے اشعار میں کیا ہے۔

نگردد شعر من مشہور تا جان در نفس دارم
کہ بعد از مرگ آہو نافہ بیرون میدہد بورا

شعر دگران را ہمہ دارند بخاطر
شعری کہ غنی گفت کسی یاد ندارد

شعرت بہ ہیچ دل نزند ناخن ای غنی
بند از زبان خویش چو انگشت وا مکن

اپنی زندگی میں شاعری کو ذریعہ معاش شاید اس لئے نہیں بنایا تھا کہ وہ بادشاہوں اور حکمرانوں کی نعمت کے آگے اپنا کاسہ نہیں پھیلانا چاہتا تھا اور اس کو وہ شہنشاہوں کا احسان سمجھتا تھا۔ چنانچہ کہتا ہے

کاسۂ خود پر مکن زنہار از خوان کسی
داغ از احسان خورشید است بر دل ماہ را

از نم احسان کس دست طلب را وا مکن
آبرو خواہی بنان خشک چون آئینہ ساز

فریب نعمت شاہان مخور کہ از مغفور
صدای کاسۂ خالی بگوش می آید

غنی نے اپنی زندگی میں ہمیشہ زندگی اور بدحالی دیکھی تھی۔ روزگار کے ہاتھوں ایک غم ناک، پرتشویش اور پریشان حال زندگی سے دوچار رہا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ غنی اپنے وجود کو چکی کے اس پاٹ سے تعبیر کرتا ہے جو خود تو دوسروں کیلئے گھستا رہتا ہے اور دوسروں کو روزی پہنچانے کے اس عمل میں آرام وقرار اسے نصیب نہیں ہوتا۔

چون آسیا مپرس ز آسایشم غنی
کز چشم من بگرد سفر خواب رفتہ است

روز خوش در زندگی ہرگز نصیب ما نشد
عمر در ماتم بسر بردیم چون شمع مزار

اس تمثیل کے ذریعے غنی کشمیری قوم کی عکاسی کرتا ہے اور اس مظلوم قوم کی زبون حالی کو آسیا

سے مشابہ قرار دیتا ہے۔ غنی نے جگہ جگہ گردش روزگار اور اپنی مصیبتوں سے بھری زندگی کا ذکر کیا ہے۔ گویا یاس اور نا امیدی اس کی فطرت میں ہی بس چکی تھی۔ فقر و فاقہ کی زندگی اس کے ساتھ دنیا بھر کا غم اور پھر غم روزگار، رہنے کا ایک ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی اور بوریا اس کا بچھونا تھا۔ اس کے ہاں اسباب جہان میں کاغذ اور ایک قلمدان کے سوا کچھ بھی نہ تھا۔ اور اس کے گھر کے در و دیوار اپنی زبان حال سے تباہی، بدحالی، افسردگی، مایوسی، نا امیدی اور مظلومیت کی داستان سرائی کرتے نظر آتے ہیں اور رنج و الم سے بھری اس کی زندگی کو اسی کے کلام میں دیکھا جا سکتا ہے۔

شکست از ھر در و دیواری بارد مگر گردون
ز رنگ چہرۂ ما ریخت رنگ خانۂ مارا

خانہ ام را عاقبت گردید بام و در یکی
بسکہ ھمچون مور گشتیم پایمال روزگار

غنی کی ساری زندگی فکر معاش، فقر و فاقہ، تنہائی، دکھ اور مصائب و آلام میں ہی گزری۔ بے کسی اور تنہائی کا شدید احساس غنی کو بے کس و بے بس اور کسمپرسی کی کیفیت بیان کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

در فقر ہیچکس نبود آشنای ما
نہ نشست غیر گرد کسی در سرای ما

کس بہ پرسش احوال من نمی آید
بغیر خندہ کہ آید بحال خویش مرا

ہیچکس بر حال ما رحمی نکرد
تشنہ لب مردیم و چشمی تر نشد

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے لوگوں (جاگیرداروں، سودخواروں اور حکام) کی سرد مہری اور

Scanned with CamScanner

بے رخی کے سوا کچھ نہ دیکھا تھا۔ جس دور میں غنی زندگی گزار رہا تھا وہ جاگیردارانہ نظام کا دور تھا۔ جب ایک جاگیردار اپنے سکھ اور چین کیلئے عام لوگوں کا سکھ چھین لیتا تھا اور ہزاروں مظلوموں کی نیند اڑائی جاتی تھی تب ہی وہ سکھ کی نیند سوتے تھے۔ غنی جیسا حساس شاعر یہ سب کچھ برداشت نہ کر سکا اس وجہ سے اجتماع سے دور بھاگتا رہا۔

حکومت کے ظلم اور استبداد لوگوں کی سرد مہری نے اس حساس دل شاعر کو تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ وہ اس قدر حساس تھا کہ اسے حکومت کے جبر و جور کو لوگوں کے خاموشی کے ساتھ برداشت کرنے پر نہ صرف تعجب تھا بلکہ ان کے کردار کا مشاہدہ کر کے وہ پورے ماحول اور اجتماعی زندگی سے بیزار ہو گیا تھا اور یہ احساس غنی میں اس قدر سرایت کر گیا کہ وہ عقل و دانش کی حد بندیوں کو چھوڑ کر دیوانگی اختیار کرنا چاہتا ہے۔ اس کے دیوان کا پہلا ہی شعر اسی احساس کا عکاس ہے جہاں وہ فہم اور عقل و دانش کے تمام حدود اور قیود سے باہر نکل کر صحرا نوردی کی بیڑیاں اپنے پاؤں میں ڈالنا چاہتا ہے۔

جنونی کو کہ از قید خرد بیرون کشم پارا
کنم زنجیر پای خویشتن دامان صحرا را

اور بقول غالب

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم سفر کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو

فن کے اعتبار سے غنی کا اصلی میدان غزل ہے۔ اس نے اپنے تمام احساسات اور جذبات کو غزل کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ غزل جو عشق و عاشقی کے جذبات کے اظہار کا واحد اور مؤثر ذریعہ ہے۔ غنی نے غزل کے اس انداز بیان کے ذریعے عشق کی تمام تر اداؤں اور نزاکتوں کو یکسر ایک طرف چھوڑ کر اس میں کشمیری قوم کی زبوں حالی کا اظہار کیا ہے۔ قومیت کے اس درد و احساس کے ساتھ وہ کشمیری عوام کی آواز بن کر رمز و کنایات میں اپنے دور کے سیاسی ماحول کی ایسی نشاندہی کرتا ہے جس کیلئے غنی ہمیشہ زندہ رہیگا۔ غنی ایک مورخ تھا، ایک ناقد تھا اور ایک روایت شکن شاعر۔

ایک شاعر مورخ تو نہیں ہوتا۔ لیکن ہر منفرد شاعر اپنے زمانے کی تاریخ اپنے

اشعار میں بیان کرتا ہے۔اس دور کی حکومت کا رویہ مورخ سے زیادہ ایک شاعر پر اثر انداز دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ غنی کی نازک مزاج قومی درد میں ڈھل گئی۔اس نے شاعری میں اپنے عہد میں بھر پور روایت شکنی کر کے یہاں کی مظلومیت کو گلے لگایا ہے اور اس طرح غنی کشمیری کشمیر کا قومی شاعر قرار پایا۔ غنی کا دور جیسے کہ کہا گیا مطلق العنان شہنشاہیت کا دور تھا جب جاگیردار اور ثروت مند لوگ غریبوں اور مسکینوں پر مظالم ڈھاتے تھے۔غنی کا دور وہ دور تھا جب ایک کسان سے اس کی محنت کا پھل چھینا جاتا تھا۔اس کی کمائی ہوئی دولت اس سے چھین لی جاتی تھی اور حتیٰ کہ اس سے بیگار بھی لیا جاتا تھا۔اس طرح کی حکمرانی نے یہاں کے لوگوں کو نانِ شبینہ کیلئے محتاج بنا دیا تھا اور اس بے بسی اور تنگدستی کے پس منظر میں جو راز ہے اس کا اظہار غنی کشمیری نے اس طرح کیا ہے۔

روزیٔ ما میشود آخر نصیب دیگران
طالع برگشتہ ھمچون آسیا داریم ما

فلک گیرد زمن روزی و بر مردم کند قسمت
میان آسیا از من کنار از دیگران باشد

یہ حساس اور دردمند شاعر جب دیکھتا ہے کہ کشمیری عوام کا کھلیان سال بھر کی محنت کے بعد لٹ جاتا ہے اور خون پسینے کی کمائی حکومت چھین لیتی ہے تو اس وقت اپنے آپ کو بالکل اس سوئی کی طرح سمجھتا ہے جو دوسروں کیلئے کپڑے تو سیتی ہے لیکن خود ننگی رہتی ہے یا اس چکی کی طرح جو لوگوں کو روٹی میسر کرتی ہے لیکن خود کچھ بھی نہیں کھا سکتی ہے۔

ھمچو سوزن دایم از پوشش گریزانیم ما
جامہ بہر خلق می دوزیم و عریانیم ما

یہ زبوں حالی اور مفلسی اور ناداری سالہا سال تک کشمیر میں چلتی رہی اور یہی وجہ ہے کہ تین سو سال بعد اقبال کشمیری کے بارے میں کہتا ہے ۔

بریشم قبا خواجہ از محنت او
نصیب تنش جامۂ تار تاری

Scanned with CamScanner

غنی نے ایہام کے پردے میں حکومت وقت کو بے نقاب کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے اور تاریخی واقعات کو اپنی شاعری میں زندہ جاوید بنادیا ہے۔ اس نے اپنے اشعار میں حکومت کو کبھی صیاد، کبھی باز، کبھی محتسب اور کبھی زاہد کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ سب الفاظ اپنے اشارات، تمثیلات، تشبیہات اور استعارات، معانی و واقعات و حالات کا ایک بیکران سمندر اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

کدام باز ندانم در آشیان بند یست
کہ ہست حکم پر کاہ بال مرغان را

سخت دلبستگی داشت ببالم صیاد
تانشد بالش او پر ز پرم خوب نبرد

چنان شد بدگمان صیاد از انداز پروازم
کہ سوزد گر پر کاہی مرا در آشیان باشد

ز دست انداز غارتگر چرا افسردہ دل باشم
کہ مارا چون نہال شمع گلچیں باغبان باشد

صیاد ما چو ترکش پر از تیر می کند
در یک قفس اسیر کند صد پرندہ را

غنی نے محتسب اور زاہد کہہ کر حکومت کی ان کٹھ پتلیوں کی ریاکاری کا مذاق اڑایا ہے جو اخلاقی طور پر خود گرے ہوئے تھے اور لوگوں کے اخلاق سدھارنے کیلئے منتخب کئے گئے تھے۔

نماز پارسا بی مطلبی نیست
نماز او نماز روستاییست

بہ بزم می پرستان محتسب خوش عزتی دارد
کہ چون آید بمجلس شیشہ خالی میلند جارا

Scanned with CamScanner

تا سرش از بوی می شد گرم خمہا را شکست
ہیچکش در دور ما چون محتسب بدمست نیست

سماجی بدامنیوں کی طرف اور حکومت وقت کی بدانتظامیوں کی طرف غنی نے بار بار ایسے اشارے کئے ہیں۔ لیکن جیسے لوگوں کے کانوں میں روئی ٹھونسی ہوئی تھی اور کوئی بھی اس کی آواز کو نہ سنتا تھا۔ وہ تو سنگدل تھے اور سرد مہری انکے دلوں میں چھا گئی تھی۔ اس وجہ سے وہ عوام کی طرف کبھی توجہ نہ دیتے تھے اور ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ اس کی خبر ان کو نہ تھی۔ وہ فراغت کی نیند سو رہے تھے۔

دہر نا امن چنان گشتہ کہ چون مردم چشم
تا در خانہ نہ ہم نبرد خواب مرا

تکیۂ گوش پر از پنبۂ غفلت کردم
چشم پوشیدم و خوابی بفراغت کردم

شمع میگوید باہل بزم با سوز و گداز
سر بریدن پیش از سنگین دلان گل چیدن است

سرد مہری بسکہ در دلہای مردم جا گرفت
روی گرم از کس نمی بینیم غیر از آفتاب

شاید یہی وجہ ہے کہ غنی کبھی کسی دربار سے وابستہ نہ رہا اور نہ ہی کسی بادشاہ کی مدح کی۔ اور نہ ہی کسی کے آگے اپنا ہاتھ پھیلایا بلکہ اس کے برعکس اپنے دل کو یہ سمجھاتا رہا کہ بادشاہوں کے نعمت کا فریب نہ کھا۔ ان کو ایک دوست نما دشمن سمجھا ہے۔

فریب نعمت شاہان مخور کہ از فغفور
صدائی کاسۂ خالی بگوش می آید

ایدل مخور فریب ارباب وفا
غافل نشوی ز دشمن دوست نما

Scanned with CamScanner

فہرست منابع

۱۔ غنی کشمیری، حیات اور شاعری، از خود۔

۲۔ دانش شمارہ ۳ تا ۷، ۱۹۷۶ء۔

۳۔ غنی کشمیری از ڈاکٹر شیروانی۔

۴۔ دیوان غنی با مقدمہ جواد زیدی۔

۵۔ روح غنی، انتخاب و ترجمہ، غلام رسول نازکی۔

۶۔ دیوان غنی، مقدمہ از اسلم۔

۷۔ کشمیر از جی ایم ڈی صوفی۔

۸۔ تاریخ حسن از حسن کھویہامی۔

۹۔ واقعات کشمیر، قلمی۔

۱۰۔ واقعات کشمیر مترجم از شمس الدین احمد۔

۱۱۔ کلیات اقبال، ڈاکٹر اقبال۔

۱۲۔ مغلوں کے ملک الشعراء۔ از نبی ہادی۔

۱۳۔ مختصری در تحول نظم و نثر فارسی، از حسین فریور۔

۱۴۔ پارسی سرایان کشمیر، از گرداری لعل تکو۔

۱۵۔ دیوان غنی، با مقدمہ علی جواد زیدی۔

16 History of India, by Bamzai.

17. Muslim Rule in Kashmir by A.R. Parimaoo.

Scanned with CamScanner